23

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کا انتقال

(فرمودہ ۳- جولائی ۱۹۳۱ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک الہام ہے وَلَا نُبْقِیْ لَکَ مِنَ الْمُخْزِیَاتِ ذِکْرًا[1] یعنی ہم تیرے متعلق ایسی باتوں کو جو تیرے لئے شرمندگی یا رسوائی کا موجب ہو سکیں مٹا دیں گے۔ اس الہام کو میں دیکھتا ہوں کہ ان عظیم الشان کلمات الہیہ میں سے ہے جو متواتر پورے ہوتے رہتے ہیں اور جن کے ظہور کا ایک لمبا سلسلہ چلا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق جو اعتراض کئے جاتے تھے ان میں سے ایک اہم اعتراض یہ بھی تھا کہ آپ کے رشتہ دار آپ کا انکار کرتے ہیں اور پھر خصوصیت سے یہ اعتراض کیا جاتا تھا کہ آپ کا ایک لڑکا آپ کی بیعت میں شامل نہیں۔ یہ اعتراض اس کثرت کے ساتھ کیا جاتا تھا کہ جن لوگوں کے دلوں میں سلسلہ کا درد تھا وہ اس کی تکلیف محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔ میں دوسروں کا تو نہیں کہہ سکتا لیکن اپنی نسبت کہہ سکتا ہوں کہ میں نے متواتر اور اس کثرت سے اس امر میں اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیں کہ میں کہہ سکتا ہوں کہ میں نے ہزارہا دفعہ اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہوگی اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں بغیر ذرہ بھر مبالغہ کے کہ بیسیوں دفعہ میری سجدہ گاہ آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اس وجہ سے نہیں کہ جس شخص کے متعلق اعتراض کیا جاتا تھا وہ میرا بھائی تھا بلکہ اس وجہ سے کہ جس شخص کے متعلق اعتراض کیا جاتا تھا وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بیٹا تھا اور اس وجہ سے کہ یہ اعتراض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پڑتا تھا۔ میں نے ہزاروں دفعہ اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور آخر اللہ تعالیٰ نے اس کا نتیجہ یہ دکھایا کہ مرزا سلطان احمد صاحب جو ہماری دوسری

والدہ سے بڑے بھائی تھے اور جن کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی وفات کے بعد عام طور پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ ان کے لئے اب احمدیت میں داخل ہونا ناممکن ہے احمدی ہو گئے۔ ان کا احمدی ہونا ناممکن اس لئے کہا جاتا تھا کہ جس شخص نے اپنے باپ کے زمانہ میں بیعت نہ کی ہو اور پھر ایسے شخص کے زمانہ میں بھی بیعت نہ کی ہو جس کا ادب اور احترام اس کے دل میں موجود ہو اس کے متعلق یہ امید نہیں کی جاسکتی کہ وہ کسی وقت اپنے چھوٹے بھائی کے ہاتھ پر بیعت کرلے گا۔ لیکن کتنا زبردست اور کتنی عظیم الشان طاقتوں اور قدرتوں والا وہ خدا ہے جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مدتوں پہلے فرمادیا تھا وَ لَا نُبْقِیْ لَکَ مِنَ الْمُخْزِیَاتِ ذِکْرًا یعنی ہم تیرے اوپر جو جو اعتراض کئے جاتے ہیں ان کا نشان بھی نہیں رہنے دیں گے بلکہ سب کو مٹادیں گے۔ تین سال کے قریب ہوئے مرزا سلطان احمد صاحب شدید بیمار ہوئے۔ قریباً ایسی ہی بیماری تھی۔ نفخ تھا اور بخار بھی تھا۔ میں ڈاکٹر صاحب سے ان کا علاج کراتا تھا لیکن سب سے بڑی فکر جو مجھے ان کے متعلق تھی وہ یہ تھی کہ اگر یہ اسی حالت میں فوت ہو گئے تو مخالفوں کا اعتراض باقی رہ جائے گا۔

اس میں شبہ نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام اللہ تعالیٰ نے نوح بھی رکھا تھا اور اگر مرزا سلطان احمد صاحب ہدایت سے محروم رہتے تو ہم کہہ سکتے تھے جس طرح پہلے نوح کا بیٹا ہدایت سے محروم رہا اسی طرح دوسرے نوح کا بیٹا بھی آپ کے ساتھ شامل نہ ہوا۔ مگر ساتھ ہی مجھے خیال آتا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے ہر نبی کی دوسری بعثت اس کی پہلی بعثت سے زیادہ شاندار ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا پہلا آدم آیا اور اسے شیطان نے جنت سے نکال دیا مگر دوسرا آدم اس لئے آیا ہے تا انسانوں کو دوبارہ جنت میں داخل کرے۔ پھر فرمایا پہلا مسیح آیا اور اسے دشمنوں نے دکھ دیا اور صلیب پر لٹکایا مگر یہ دوسرا مسیح اس لئے نہیں آیا کہ صلیب پر لٹکایا جائے بلکہ اس لئے آیا ہے تا وہ صلیب کو توڑے اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کردے۔ پس خدا تعالیٰ کے اس رحیمانہ سلوک کو دیکھتے ہوئے خیال آتا تھا کہ باوجودیکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام اللہ تعالیٰ نے نوح رکھا ہے پھر بھی آپ سے وہ سلوک ہوگا جو پہلے نوح سے بڑھ کر ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک طرف جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام نوح رکھا تو دوسری طرف آپ کے بیٹے کو ہدایت سے محروم کردیا تا بتائے کہ یہ نوح کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے ہے۔ مگر پھر اس بیٹے کو ہدایت نصیب کی تا ظاہر کردے کہ پہلا نوح آیا اور اس

کا بیٹا ہدایت سے محروم رہا مگر یہ دوسرا نوح آیا تو اس کا بیٹا بھی اگرچہ ایک عرصہ تک ہدایت سے دُور رہا مگر پھر خدا نے اسے ہدایت میں داخل کر کے ظاہر کر دیا کہ پہلے نوح کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ کا سلوک تھا اس سے بڑھ کر اس کا سلوک دوسرے نوح کے ساتھ ہے۔ عام طور پر میں دیکھتا ہوں لوگوں کو پہلی حالت کا ذکر کرنے میں ایک قسم کا حجاب ہوتا ہے۔ چنانچہ جب ہماری تائی صاحبہ بیعت میں داخل ہوئیں تو ہماری جماعت میں سے کئی لوگ کہنے لگے تائی صاحبہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت نہیں کیا کرتی تھیں۔ مگر چھپانے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی یہ واقعات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی شان کو زیادہ ظاہر کرنے والے ہیں۔

میں نے دیکھا ہے ہم چھوٹے ہوتے تھے ایک سیڑھی تھی جو ہمارے دونوں گھروں کے درمیان تھی۔ ہم وہاں سے گزرتے تو ہماری تائی صاحبہ اکثر کہتیں "جیسے کوّا ویسے کوکو" یعنی جس رنگ کا باپ ہے یہ بچے بھی اسی رنگ میں رنگین ہیں۔ مجھے یہ کہتے ہوئے کچھ حجاب نہیں آتا۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں یہ قلب کی حالت ہو اور پھر ہدایت نصیب ہو تو یہ معجزہ ہو جاتا ہے۔ اور پھر ان کا درجہ بھی بڑھ جاتا ہے کیونکہ باوجود اتنی مخالفت کے اللہ تعالیٰ نے آخر کوئی نیکی دیکھی ہی تھی جو انہیں ہدایت دیدی۔ یہی حال میں دیکھتا ہوں مرزا سلطان احمد صاحب کا تھا۔ اس رنگ میں تو نہیں جس رنگ میں تائی صاحبہ کا تھا مگر ایک اور رنگ میں ان کا بھی ضرور ایسا ہی حال تھا۔ اس میں شبہ نہیں کہ مرزا سلطان احمد صاحب ہمیشہ یہ یقین رکھتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جھوٹ نہیں بولتے۔ اپنا باپ ہونے کے لحاظ سے نہیں بلکہ فی الواقع ان کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی راستبازی گھر کر چکی تھی۔ مگر یہ نہیں کہ وہ آپ کے الہامات کی ایسی عظمت اور شان سمجھتے ہوں جیسے ایک مامور کے الہامات کی سمجھنی چاہئے۔ مجھے ان کا ایک فقرہ خوب یاد ہے۔ شروع شروع میں جب میں نے ان سے ملنا شروع کیا تو ایک دن باتوں باتوں میں کہنے لگے۔ مجھے یقین ہے ہمارے والد صاحب کو رسول کریم ﷺ کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے بھی بڑھ کر محبت تھی۔ اپنے رنگ میں انہوں نے یہ فقرہ محبت میں ہی کہا ہو گا۔ مگر مجھے بڑا ہی بُرا معلوم ہوا کیونکہ خدا کے مقابلہ میں کسی رسول سے زیادہ محبت ہو ہی کس طرح سکتی ہے۔ اسی طرح ایک دفعہ کہنے لگے اگر یہ سڈیشن کا قانون پہلے نکلتا تو ہمارے والد صاحب ضرور قید ہو جاتے کیونکہ انہوں نے رسول کریم ﷺ کی شان قائم رکھنے کے لئے کسی مصیبت کی بھی پرواہ نہیں کرنی تھی۔ اس قسم کے الفاظ ممکن ہے محبت کی وجہ سے ان کے منہ سے نکلے ہوں مگر ایسے الفاظ ہم

لوگوں کے مونہوں سے جو ماموریں کی حقیقی قدر و منزلت جانتے ہیں کبھی نہیں نکل سکتے۔
غرض الہام الٰہی کا ادب اور وقار احمدیت کی حد تک ان کے دل میں نہ تھا۔ اگرچہ وہ یقین رکھتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جھوٹے نہیں۔ ایسی قلبی کیفیت کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت دی اور ایسے وقت میں دی کہ صاف طور پر وہ اللہ تعالیٰ کا ایک نشان معلوم ہوتا ہے۔ دسمبر ۱۹۳۰ء میں انہوں نے بیعت کی اور چھ مہینوں کے بعد وہ فوت ہو گئے۔ جس سے صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ ان کی بیعت الٰہی تصرف کے ماتحت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا کہ اب یہ جلد ہی فوت ہو جانے والے ہیں اس لئے اگر انہوں نے بیعت نہ کی تو ایک مُخزیہ رہ جائے گی۔ پس خدا نے انہیں بیعت میں داخل کر کے اس مُخزیہ کو بھی دور فرما دیا۔ اس سے پہلے بعض دوست جب انہیں بیعت کے لئے کہتے تو وہ یہی جواب دیتے کہ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ سلسلہ سچا ہے مگر مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ اپنے چھوٹے بھائی کے ہاتھ پر بیعت کروں۔ قریباً سال بھر ان کی یہ حالت رہی اور اس سے پہلے ان کی یہ حالت تھی کہ وہ کہتے تھے یہ سلسلہ تو سچا ہے مگر ابھی میں نے فیصلہ کرنا ہے کہ لاہوری حق پر ہیں کہ قادیانی جماعت۔ مجھے ان کے جب یہ خیالات معلوم ہوئے تو میں نے انہیں تحریک کی کہ اپنی احمدیت کا اعلان کر دیں کیونکہ اس سوال کا فیصلہ کئے بغیر بھی تو ایک شخص حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لا سکتا ہے۔ اس پر انہوں نے اعلان کر دیا کہ میں سلسلہ احمدیہ میں داخل تو ہوتا ہوں مگر ابھی میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ قادیانی جماعت حق پر ہے یا لاہوری۔ اس اعلان کے ایک سال کے بعد انہیں شرح صدر ہو گیا اور انہیں یقین ہو گیا کہ جماعت قادیان ہی صداقت پر ہے اور یہی سلسلہ سچا ہے۔ مگر شرم یہ آتی کہ میں اپنے چھوٹے بھائی کے ہاتھ پر کس طرح بیعت کروں۔ آخر ایک دن ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مرزا سلطان احمد صاحب بیعت کرنا چاہتے ہیں اور انہوں نے کہا ہے میں تو چل نہیں سکتا آپ کو کسی دن فرصت ہو تو میری بیعت لے لیں۔ اس دن میری طبیعت اچھی نہیں تھی اور میں بیمار تھا مگر میں نے کہا میں ابھی ان کے پاس چلتا ہوں۔ ممکن ہے بعد میں دل بدل جائے اور پھر یہ وقت ہاتھ نہ آئے اس لئے میں اسی وقت گیا اور انہوں نے میری بیعت کر لی۔ بیعت کے بعد میں یہ دیکھتا رہا کہ ان کی بیعت خلوص دل سے ہے یا صرف ظاہری طور پر۔ مگر میں نے دیکھا بیعت سے پہلے میرے نام جو ان کے رقعے آتے تھے ان میں ایک ایسا رنگ پایا جاتا تھا جس طرح کوئی علیحدہ شخص ہوتا ہے۔ مگر بیعت کے بعد میرے نام ایک دن انہوں نے ایک رقعہ لکھا۔

میں نے اسے پڑھا۔ اس کے نیچے میرزا سلطان احمد لکھا ہوا تھا۔ مگر پڑھنے اور یقین ہونے کے باوجود کہ یہ مرزا سلطان احمد صاحب نے ہی رقعہ لکھا ہے مجھے شبہ ہوا کہ یہ کسی اور نے نہ لکھا ہو کیونکہ وہ رقعہ اس قدر مخلصانہ انداز میں لکھا ہوا تھا اور اس قدر ادب اور احترام اس میں پایا جاتا تھا جس طرح پرانے مخلص احمدی خط لکھا کرتے ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ انہیں ایسی حالت میں بیعت کی توفیق ملی جب ان کے قویٰ مضمحل ہو چکے تھے اور دوسروں کو ہی چارپائی سے اٹھانا پڑتا تھا۔ اور دوسروں کو ہی کھلانا اور پلانا پڑتا تھا۔ مگر ہدایت دماغ کے ساتھ تعلق رکھتی ہے ظاہری جسم کے ساتھ تعلق نہیں رکھتی۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ نے اسی لئے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی اس وقت تک توبہ قبول فرماتا ہے مَالَمْ یُغَرْغِرْ[2] جب تک نزع کی حالت نہیں آتی۔ گویا جب تک اس کا دماغ معطل نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ دماغ کے موت کے اثر سے متأثر ہو جانے سے پہلے پہلے ہر شخص کی توبہ قبول کر سکتا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے عین وفات کے قریب انہیں بیعت کی توفیق عطا فرمائی۔ بیعت کے بعد ان کے اندر اس قدر اخلاص پیدا ہو گیا تھا کہ مرزا سلطان محمد صاحب جب ایک دفعہ قادیان آئے تو بعض دوستوں اور میاں بشیر احمد صاحب کو بھی خیال آیا کہ انہیں تبلیغ کرنی چاہئے۔ چونکہ مرزا سلطان احمد صاحب سے ان کے پرانے تعلقات تھے اس لئے انہیں تحریک کی گئی کہ وہ مرزا سلطان محمد صاحب کو تبلیغ کریں۔ چونکہ آپ چل نہیں سکتے تھے اس لئے دو آدمیوں کا سہارا لے کر اس مکان پر گئے جہاں مرزا سلطان محمد صاحب ٹھہرے ہوئے تھے۔ وہاں جا کر انہیں تبلیغ کی اور کہنے لگے جب تبلیغ کرنی ہے تو اپنے مکان پر بلا کر نہیں کرنی چاہئے بلکہ وہیں چلنا چاہئے جہاں وہ ٹھہرے ہوئے ہیں۔ چنانچہ باوجود بیماری کی سخت تکلیف کے وہ وہاں گئے اور انہیں تبلیغ کی۔ پس اللہ تعالیٰ کا یہ ایک عظیم الشان فضل ہوا ہے کہ ہمارے رستہ میں جو ایک مُخزیہ تھی اللہ تعالیٰ نے اسے دور کر دیا۔ اور جس طرح تائی صاحبہ کو بیعت میں داخل کر کے اللہ تعالیٰ نے یہ الہام پورا کیا اسی طرح مرزا سلطان احمد صاحب کو بھی بیعت میں داخل کر کے اللہ تعالیٰ نے اس مُخزیہ کو دور کر دیا جو آپ کے بیعت میں داخل نہ ہونے کی وجہ سے تھی۔ اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کے تقریباً تمام آدمی بیعت میں داخل ہو چکے ہیں۔ صرف ایک آدمی ایسے ہیں جو ابھی بیعت میں شامل نہیں ہوئے اور وہ مرزا سلطان محمد صاحب ہیں۔ ان کی وجہ سے مخالفین سلسلہ پر بہت اعتراض کرتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کچھ تعجب نہیں اگر اللہ تعالیٰ سلسلہ کے رستہ سے اس مُخزیہ کو بھی

بجائے کسی اور طریق کے بیعت کے ذریعہ سے دور کردے۔ دوستوں کو چاہئے کہ وہ دعا کریں اللہ تعالیٰ انہیں بھی بیعت میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائے تا دشمنوں کے تمام اعتراضات کا قلع قمع ہو جائے۔

اس کے بعد میں احباب کو بتانا چاہتا ہوں کہ تین چار دن ہوئے جماعت اہلحدیث کی طرف سے ایک اشتہار شائع ہوا ہے جس میں مجھے مباہلہ کا چیلنج دیا گیا ہے۔ چیلنج دینے والے گھریالہ ضلع لاہور کے کوئی شخص سید محمد شریف صاحب ہیں۔ جو اپنے آپ کو امیر جماعت اہلحدیث لکھتے ہیں۔ میں نے پہلے ان کا نام نہیں سنا ہوا تھا مگر دوستوں نے بتایا کہ واقعی وہ اہلحدیث کے ایک حصہ کے سردار ہیں اور اہلحدیثوں نے ایک جلسہ کرکے انہیں اپنا امیر تسلیم کیا تھا۔ بہرحال میں نے ان کا نام سنا ہو یا نہ اس میں شبہ نہیں کہ جب اہلحدیثوں نے انہیں اپنا سردار منتخب کیا تو ان میں انہوں نے ضرور کوئی خاص خوبی دیکھی ہوگی۔ بٹالہ کی انجمن اہلحدیث کی طرف سے جب مجھے وہ اشتہار پہنچا تو اس میں انہوں نے یہی لکھا کہ ہم اپنے امیر کی طرف سے یہ اشتہار آپ کو بھیج رہے ہیں۔ اسی طرح امرتسر کی جماعت غزنویہ کے جو صاحب سیکرٹری ہیں ان کی طرف سے بھی جب اشتہار آیا تو اس میں بھی انہوں نے یہی لکھا کہ میں اپنے امیر کی طرف سے یہ اشتہار آپ کی طرف بھیج رہا ہوں اس سے پتہ لگتا ہے کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ وہ جماعت اہلحدیث کے امیر ہیں اس میں ضرور کوئی صداقت پائی جاتی ہے اور پنجاب کے اہلحدیثوں کا کچھ حصہ انہیں سردار تسلیم کرتا ہے۔ اس اشتہار کی عبارت میں شرارت نہیں پائی جاتی۔ آگے اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ تفصیلات کے طے کرنے میں ان کا کیا رویہ ہو جائے۔ مگر اب تک اس اشتہار سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ چیلنج دینے والا خواہش رکھتا ہے کہ دونوں فریق میں مباہلہ ہو اور دنیا پر کُھل جائے کہ صداقت کس طرف ہے اور جھوٹ کس طرف۔ یہ ہمارے لئے نہایت خوشی کی بات ہے کہ وہ موقع جس کی تلاش میں ہم مدتوں سے تھے وہ امیر جماعت اہلحدیث کے چیلنج کی وجہ سے ہمیں میسر آگیا۔ مگر مباہلہ کے متعلق قرآن مجید سے جو کچھ ہمیں معلوم ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ مباہلہ ایک جماعت سے ہونا چاہئے۔ چنانچہ جس آیت میں مباہلہ کا ذکر ہے اس میں یہی آتا ہے قُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ[3] اس میں جس قدر صیغے ہیں سب کے سب جمع کے ہیں جس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مباہلہ دراصل دو جماعتوں کے درمیان ہوتا ہے۔ ضرورتاً اور احتیاجاً بعض دفعہ افراد سے بھی

مباہلہ ہو جاتا ہے اور یہ ممنوع نہیں- مگر اصل مباہلہ وہی ہے جو بڑی جماعتوں کے درمیان ہو- تا اس کا ایسا نمایاں نتیجہ پیدا ہو جس میں شکوک و شبہات کی قطعاً گنجائش نہ ہو- پس میرا منشاء یہ ہے کہ اگر ان کا چیلنج نیک نیتی پر مبنی ہے اور اس میں ان کے مدنظر کوئی ایسی بات نہیں جو فتنہ اور فساد کا موجب ہو تو میں ان کے چیلنج کو قبول کرلوں- اور ان سے خواہش کروں کہ وہ اپنی جماعت میں سے ایک ہزار آدمی مباہلہ کے لئے تیار کریں- اسی طرح ایک ہزار آدمی مباہلہ کے لئے ہماری جماعت میں سے نکلے- اور سب کے نام شائع کردیئے جائیں تا اس مباہلہ کا اثر کسی رنگ میں بھی مشتبہ نہ رہے- کیونکہ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ کے نشانات ہمیشہ خارق عادت طور پر ظاہر ہوتے ہیں پھر بھی دشمن ان میں سے اعتراض کا پہلو نکال ہی لیتا ہے- چنانچہ رسول کریم ﷺ کے دشمنوں پر اگرچہ خارق عادت عذاب آئے مگر پھر بھی لوگ اعتراض ہی کرتے رہے- لیکن اگر یہی خارق عادت سینکڑوں نشانات اکٹھے ہو جائیں تو اس صورت میں ان نشانات کا عظیم الشان اثر ہوتا ہے-

پس میں اعلان کرتا ہوں کہ ہماری جماعت کے وہ دوست جو یقین اور وثوق اور اپنے مشاہدہ کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لاچکے ہیں وہ استخارہ کرنے کے بعد اس مباہلہ کے لئے اپنا نام پیش کریں تا ایک ہزار کی فہرست فریق مخالف کے پاس چلی جائے اور ان سے بھی مطالبہ کیا جائے کہ وہ اپنی جماعت میں سے ایک ہزار آدمی کی فہرست ہمارے پاس بھیج دیں- فرقہ اہلحدیث ہماری جماعت سے سوڈیڑھ سو سال پہلے سے قائم ہے بلکہ وہ تو یہی کہتے ہیں کہ ہم شروع سے ہی چلے آتے ہیں- خواہ کچھ ہو اس جماعت کے افراد ہماری جماعت سے بہت زیادہ ہیں- اور اگر وہ ذرا بھی کوشش کریں تو ان کے لئے ایک ہزار آدمیوں کا اکٹھا کرنا کچھ بھی مشکل نہیں- یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر وہ اپنی جماعت میں سے ہزار آدمی اس مباہلہ کے لئے اکٹھے نہ کرسکیں تو ہم انہیں پانچ سو یا چار سو کی بھی اجازت دیدیں- مگر ہماری طرف سے ایک ہزار آدمی ہی مباہلہ میں پیش ہوں گے- تا یہ مباہلہ نمایاں حیثیت رکھتا ہو اور اس میں شک اور شبہ کی گنجائش نہ رہے- اگر مباہلہ میں دوسری طرف صرف ایک آدمی ہی پیش ہو تو عذاب تو اس پر بھی آسکتا ہے لیکن اگر وہ مر بھی جائے تو کہنے والے کہہ سکتے ہیں کہ اس کی عمر ختم ہو گئی آخر ایک دن اسے مرنا ہی تھا پس یہ عذاب نہیں بلکہ اتفاق ہے- لیکن اگر دوسری طرف سے ایک ہزار آدمی مباہلہ کے لئے آئیں اور ان میں سے کثیر حصہ کو اللہ تعالیٰ ایسا سمجھے کہ اس پر اتمام حجت ہو چکی ہے اور پھر ان میں سے پانچ سو یا سات سو پر ایسی حالت طاری ہو جائے جو صریح عذاب کی حالت ہو تو لوگ یہ کہنے پر مجبور ہوں

گے کہ یہ اتفاق نہیں بلکہ خارق عادت قدرت کا ظہور ہے۔ اکیلے آدمی کے متعلق شبہات دلوں میں رہ سکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک ایک آدمی کے ساتھ مباہلے ہوئے اور ان لوگوں کو عذاب بھی آیا اور بعض لوگ مر بھی گئے مگر لوگوں نے یہی کہا کہ ایسے واقعات ہوتے ہی رہتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ بھی تو مسیلمہ کذاب کی زندگی میں فوت ہو گئے تھے لیکن اگر کثیر تعداد میں لوگ مباہلہ کے لئے نکلیں اور ان میں سے اکثر عذاب الٰہی کا نشانہ بن جائیں تو پھر شک اور شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ کی لڑائیوں میں ایک نمایاں بات پائی جاتی تھی اور وہ یہی کہ رسول کریم ﷺ کے لشکر کے مقابلہ میں بڑے بڑے لشکر اٹھتے اور شکست کھا جاتے۔ ان سے اکثر مارے یا قید کر لئے جاتے۔ مگر رسول کریم ﷺ کے لشکر میں تھوڑے ہی مارے جاتے اور قلیل ہی زخمی ہوتے۔ یہ نمایاں فرق اتنا بڑا نشان ہوتا ہے جس سے دشمن حیران رہ جاتا ہے۔ پس کثیر تعداد پر جو عذاب الٰہی نازل ہو تو وہ ایسے رنگ میں نازل ہوتا ہے جو مومنوں کے لئے اطمینانِ قلب کا باعث اور ان کے ایمانوں کی زیادتی کا موجب ہوتا ہے۔ مگر ایک فرد پر اگر عذاب نازل ہو تو منافقین اس میں سے اعتراض کی راہ نکال لیتے ہیں اور اس طرح مباہلہ کا اثر فوت ہو جاتا ہے۔ اگر ایک شخص کو کوئی سخت ذلت پہنچے تو وہ کہہ سکتے ہیں اسے ہم عذاب تسلیم نہیں کرتے۔ لیکن اگر ایک طرف انہیں یہ نظر آئے کہ ہزار میں سے دس یا پندرہ کو کوئی معمولی سی تکلیف پہنچی ہے مگر دوسری طرف ہزار میں سے پانچ سو یا سات سو عذاب الٰہی کا شکار ہو گیا ہے تو لوگ محسوس کرتے ہیں کہ صداقت اسی طرف ہے جس طرف اللہ تعالیٰ کی تائید شامل حال رہی۔ پس میں اعلان کرتا ہوں کہ قادیان اور بیرونجات سے بھی جو دوست مباہلہ میں شامل ہونا چاہیں وہ فوراً تیار ہو جائیں۔ اور استخارہ کرنے کے بعد اپنے اپنے نام پیش کریں۔ اور میں سمجھتا ہوں یہ ایک مبارک موقع ہے جو خدا نے ہماری جماعت کے لئے پیدا کر دیا۔ استخارہ ایک ایک رات کا بھی کافی ہے۔ پس استخارہ کے بعد دوست اپنے نام پیش کر دیں تا جلد سے جلد یہ لسٹ مکمل کر کے شائع کر دی جائے۔

(الفضل ۱۱۔ جولائی ۱۹۳۱ء)

۱۔ تذکرۃ صفحہ ۵۳۸ طبع چہارم ۲۔ مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۱۳۲

۳۔ اٰل عمران: ۶۲